© rasailojaraid.com

حضرت مولانا انور شاہ محدثؒ کی درسی تقاریر

از

مولوی سید محمد فاروق بخاری، لیکچرر شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج سوپور

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اپنے دور میں جہاں اپنی وسعتِ علمی اور حفظ و فراست میں معروف و مشہور ہوئے وہیں ایک مدرس کی حیثیت سے بھی اپنے وقت میں لاثانی ثابت ہوئے۔ جس وقت وہ دارالعلوم میں علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ اس وقت ہندوستان کی سرزمین میں جلیل القدر مدرسین کا چراغاں تھا۔ مگر اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے طریقۂ درس و تدریس نے ایک انفرادی حیثیت حاصل کی۔ بلکہ اسی کے طفیل دارالعلوم دیوبند عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بنا۔

قبل اس کے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے "امالی" پر کچھ لکھیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے بحیثیت مدرس پر تھوڑی سی روشنی ڈالی جائے۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی نے اس موضوع پر ہی ایک بسیط مضمون لکھا ہے۔ مگر اپنے مخصوص طرز نے یہاں مولانا گیلانی کو دور دور تک پہنچایا ہے اور موضوع زیر بحث کو بہت کم مَس کر پائے ہیں۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں ہے کہ یہ مقالہ اہم معلومات بالخصوص تفردات انور شاہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ مولانا گیلانی کے علاوہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد ادریس

---

۱ فیض الباری علی صحیح البخاری، مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۰-۲۳

۲ حیاتِ انور: طبع دوم ص ۱۳۶-۱۴۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ نے بھی جامع الفاظ میں حضرتؒ کے درسی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حفظ و ذکا اور علم و تقویٰ ان کے وہبی کمالات ثابت ہوئے ایسے ہی تدریسی کمالات سے بھی وہ فطرۃً آراستہ تھے۔ جب وہ دارالعلوم دیوبند میں ایک مدرس کی حیثیت سے پہلے ہی دن درسگاہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کا اندازِ درس طلبا رو مدرسین کے درمیان موردِ بحث بن جاتا ہے۔ مولانا محمود احمد نانوتوی صدیقی اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں:

" خوب یاد ہے کہ جب دفتر سے اس کا اعلان ہوا (کہ فقہ میں ہدایہ اولین اور ادب میں مقاماتِ حریری نئے استاد پڑھائیں گے) تو طلبہ نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا بلکہ چہ میگوئیاں تھیں کہ ہدایہ اور مقاماتِ حریری جیسی کتابیں ایک نئے مدرس کے یہاں رکھ دینا غلطی ہے۔ مگر ہوا کیا۔ دارالعلوم کے اس وقت کے نقشہ کے حساب سے نودرہ کے جنوب میں جو آخری درسگاہ تھی اس میں پہلے ہی دن کے درس سے وہ طلبہ جو حسبِ عادت نئے مدرس کو تنگ کرنے کے لئے خوب تیار ہو کر گئے تھے وہ حیرت زدہ ہو کر جھوم رہے تھے اور بول رہے تھے واللہ انہ بحرٌ لا ساحلَ لہ۔ یہ الفاظ ایک مستعد قازانی طالب علم مولوی محمد جان ترکی کے تھے۔ ہفتہ بھر میں ہی آپ کی جملہ علوم و فنون میں ایک مجتہد کی حیثیت سے اس طرح شہرت ہو گئی کہ جیسے کوئی شخص خلافِ عادت عرش سے اتر پڑا ہو۔" [۲]

" اسی پہلے سال کے شروعِ درس سے چند روز کے اندر اندر آپ کی بے

---

[۱] مولانا انور شاہ کشمیری: حیات اور کارنامے، علیگڈھ ۱۹۸۶ء: ملاحظہ ہو پیشِ لفظ"

[۲] حیات انور: طبع دوم ص ۵۹ - ۶۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثل درسی عظمتوں کے شور وغل سے بعض فاضل مدرسین میں بھی بشری رنگ ابھر آیا اپنے درسوں میں وہ یہ کہتے ہوئے سُنے گئے کہ کشف الظنون سے کتابوں اور مصنفین کے اسامی رٹنے میں وقت ضائع کرنے والے بھی دنیا میں مولوی ہوتے ہیں۔ پھر اصل حقیقت سامنے آجاتے پر وہی اساتذہ اخیر تک آپ کی رفعتوں کو سرا اونچا کرکے جھانکتے ہوئے خدا کی اس مَوہبتِ عُظمٰی کا برملا اقرار فرماتے تھے اور تلمیذ انہ انداز سے استفادہ کی فرصتوں کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے فرحمهم الله رحمةً واسعةً۔ [1]

حضرتِ شاہ صاحب کے درسی کمالات نے نہ صرف ان کو عظمت و بلندی کے اونچے مقام پر فائز کیا بلکہ اس سے دار العلوم دیوبند کو چار چاند لگ گئے دیوبند کے شدید مخالفین بھی دب گئے اور سنجیدہ مخالفین نے اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھکر دوستی و محبت کا قدم آگے بڑھایا۔ حضرت ہی کے زمانے میں جب کہ درس کی شہرت اوج کمال پر تھی، علیگڈھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم دیوبند تشریف لائے اور حضرت کے درس میں شمولیت کی اور درس ختم ہونے پر اپنا تاثر ان الفاظ میں پیش کیا :-

"آج آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر سامنے آیا۔ یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشا کو دیکھا۔ [2]

---

[1] حیات انور طبع دوم ص ۲ حیاتِ انور: طبع اول بحوالہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ آپ کی تدریسی شان ہی ہے جس نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کو بھی آپ کو مدرسۂ عالیہ کلکتہ لانے کے لئے بے چین کر رکھا تھا۔[1] اور اسی نے شیخ الہند کو مولانا آزاد کی درخواست تسلیم نہ کرنے پر مجبور کیا اور آپ کے بدلے اپنے دوسرے شاگرد مولانا حسین احمد مدنی کو بھیجنا منظور کیا[2] جب شاہ صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق کیا تو ڈابھیل کے معمولی مدرسے نے دوسرے دیوبند کی صورت اختیار کی اور دو ایک سال کے اندر اندر یہ حال ہوا۔

جیسا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں" مولانا انور شاہ صاحب مولانا بشیر احمد اور مولانا سراج احمد نے یہاں دوسرا دیوبند قائم کیا۔ بہت سے سرحدی اور ولایتی، بنگالی اور ہندوستانی طالب علم بھی ان کے ساتھ آئے اور چند سال تک زور و شور سے ان صاحبوں کا وہاں درس جاری رہا"[3]

جاننے والے ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ درس حدیث میں حضرت شاہ صاحب مختاراتِ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تائید میں مواد پیش کرنے کی ممکن بھر کوشش کرتے تھے۔ عقائد اور معاملات میں بھی وہ اپنے اسلاف سے سرمو منحرف ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ تدریس و تعلیم کے اِس طرز سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو ظاہر ہے مانوس اور متاثر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ فکر و نظر کی آزادی یہاں محدود تھی۔ یعنی حضرت شاہ صاحب، غیر مقلد ہونے کے باوجود مقلد نظر آتے ہیں۔ مگر اِن ساری باتوں کے باوجود حضرت کی تحقیق کے آگے یہ تقلید، تقلید نہیں رہتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب اگرچہ اپنے شیوخ و اکابر کے نقوش

---

[1] ذکر آزاد: عبدالرزاق ملیح آبادی، مطبوعہ کلکتہ ص ۴۸-۴۹۔
[2] نقش حیات حضرت مدنی [3] "معارف" اپریل ۱۹۵۰ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی پر گامزن تھے مگر وہ تقلیدی طور پر ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ تحقیقی طور پر کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی بے پناہ وسعتِ علمی سے دکھایا کہ ہمارے بزرگان دین ہی حق پر تھے اور پھر اس حق کو آفتاب کی طرح نمایاں کرتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرتؒ نے ہم عہد ہندوستان میں سب سے پہلے تنقید کا معیار بلند کیا۔ جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔ علماء دیوبند میں پہلے حضرتؒ نے ہی حافظ ابن تیمیہؒ کی عظمت و جلالت کا دقیع الفاظ میں اعتراف کیا۔ اور جگہ جگہ ان کے اقوال و افادات پیش کئے۔ دوسری طرف بلا کا حافظہ اور استحضار تھا۔ ان ساری چیزوں نے مل کر اُن کے درس کو قابلِ رشک بنا دیا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ بڑے موثر الفاظ میں لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوئیں جو عام طور سے درس میں نہ تھیں اور حضرتِ شاہ صاحب کا اندازِ درس درحقیقت دنیائے درس و تدریس میں ایک انقلاب کا باعث بنا۔"[۱]

حضرت شاہ صاحبؒ ہندوستان کی اسلامی درسگاہوں کے مدرسین میں وہ منفرد مدرس تھے جن کے سامنے درس و تدریس کے چیدہ اصول اور قواعد تھے۔ وہ خود فنا فی العلم تھے۔ اُن کے علم کو اُن کا قوتِ حافظہ ہر وقت تیار رکھتا تھا۔ دوسری طرف وہ ایک عالمِ دین ہونے کے باوجود علم میں تنگ نظر واقع نہ ہوئے تھے وہ علومِ عقلیہ اور علومِ جدیدہ سے بھی بہرہ ور تھے ان اوصاف و کمالات نے ان کو کامیاب بنا دیا۔ جو ان کی مجلس میں بیٹھتا وہ

---

[۱] حیاتِ انور: طبع دوم ص ۲۳۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جھومتا، اُن کے بعد پھر کبھی دارالعلوم دیوبند نے اس شان کا مدرس پیدا نہیں کیا ۱۹۱۲ء میں جب علامہ رشید رضا مصری ندوۃ العلماء لکھنؤ یہاں سے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور آخر میں علیگڑھ سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو علامہ مرحوم نے یہاں یہ جاننے کی خواہش ظاہر کی کہ یہاں علم حدیث کیسے پڑھایا جاتا ہے حضرت شاہ صاحب نے اس کی وضاحت اپنی جوابی تقریر میں جس طریقہ پر کی اُس کا اندازہ اُسے پڑھکر ہی ہو سکتا ہے۔ اِس مختصر مگر پُر مغز تقریر میں درس و تدریس کے قواعد اور ملحوظات بیان کئے۔ خاص طور پر " فقہ حدیث " اور " درس الحدیث " کی وضاحت کرکے بتایا کہ ہم کس طرح احادیث کو روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور یہ کہ ہم بحث کے دوران تحقیق مناط، تخریج مناط اور تنقیح مناط کو کام میں لاکر فکر و فہم کا دامن بھی نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح پورے اعتماد کے ساتھ تائید مذہب حنفی کی بحث چھیڑ دی اور مثالوں سے سمجھایا کہ ہم یہ تائید آنکھ بند کرکے نہیں کرتے بلکہ پہلے خوب تحقیق و تفحص کرتے ہیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ یہ تقریر سنتے کے دوران علامہ مصری بار بار یہ الفاظ دہراتے تھے۔

" ما رأیت مثل هذا الاستاذ الجلیل قط " [۵]

علامہ رشید رضا مسلکاً شافعی تھے اور حضرت شاہ صاحب امام ابو حنیفہ کے شیدائی۔ اس اختلافِ مسلک کے باوجود جب حضرت شاہ صاحب نے اپنے درس و تدریس کے ضوابط بیان کئے تو علامہ نے یہ کہکر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔

شیخ انور شاہ نے جو اصول میرے سامنے بیان کئے اور جو مسلک اپنے ...

---

[۴] نفحۃ العنبر: مولانا محمد یوسف بنوری ص ۸۰، [۵] مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت: ج ۱

© rasailojaraid.com

.... مشائخ کا مجھے تبلایا میں اس کو پسند کرتا ہوں'' [۱]

حضرت شاہ صاحب نے اپنے مسلک اور طریقۂ درس کے بعد اس کا بھی صاف اعتراف کیا کہ مدرسہ ابھی طریقۂ تعلیم میں اصلاح کا محتاج ہے اور پھر اپنے اصلاحی خیالات بیان کئے جن کو سن کر علامہ نے اپنی جوابی تقریر میں فرمایا

'' حضرات! اصلاح طریقۂ تعلیم کے متعلق جو خیالات میں نے آپ کے سنے ہیں میں ان کو غیبی بشارت سمجھتا ہوں'' [۲]

اس تقریر کے بعد حضرت شاہ صاحب نے پورے پندرہ سال تک نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ دیوبند میں درس دیا۔ اور اس دوران میں وہ ساری کمی پوری کردی جس کی طرف علامہ مصری کے روبرو اشارہ کیا تھا۔ پھر تو حال یہ ہوا بالفاظِ علامہ سید سلیمان ندوی

'' حضرت شیخ الہند کے زمانۂ جنگ میں ہجرت کے بعد سے ۱۹۲۹ء تک صدر مدرسی کا عہدہ اس خوبی سے انجام دیا کہ چین سے لیکر روم تک ان کے فیضان کا سیلاب موجیں لیتا رہا'' [۳]

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

یعنی حضرت شیخ جامع ترمذی اور صحیح بخاری	اشتغل بتدریس سنن الترمذی
پڑھانے میں مشغول ہوئے اور پورے ہندستان	وصحیح البخاری وانتہت الیہ رئاسۃ
میں تدریس حدیث کی سرداری انہی پر	تدریس الحدیث فی الهند
ختم تھی پورے تیرہ سال تک نہایت تحقیق	ولبث مشتغلاً بہ مدۃ ثلاث
اور رسوخ کے ساتھ یہ خدمت انجام دی	عشرۃ سنۃ فی تحقیق واتقان
درس مذہب مختلفہ اور ان کے دلائل	وتوسع فی نقل المذاهب ودلائلها

---

[۱] التربیۃ والتعلیم: یعنی تقاریر ثلاثہ علامہ رشید رضا مصری علیگڑھ ص ۱۲۱۔ [۲] ایضاً ص ۱۲۷
[۳] '' معارف'' جولائی ۱۹۳۶ء: شذرات

© rasailojaraid.com

واستحضار للنقول واطلاع علی دواوین السنة وشروح الحدیث وکتب المتقدمین ۔ [1]	پوری شرح وبسط کے ساتھ نقل کرتے تھے یہ سارے نقول مستحضر تھے ۔ نیز علم حدیث کے جملہ ذخیرے اس کے شروح اور متقدمین کی تصانیف پر پوری آگاہی تھی ۔

یہ مولانا انور شاہ صاحب کی یگانہ تدریسی شان ہی تھی کہ اُن کے حلقۂ درس میں بیٹھنے والے ان کے دروس وتقاریر قلمبند کرنے کی ممکن بھر کوشش کرتے تھے ان کے معاصرین میں شاید ہی کسی عالم دین کے اتنی تعداد میں 'امالی' لکھے گئے ہونگے جتنے حضرت شاہ صاحب کی طرف منسوب ہیں ۔ ان میں چند زیور طبع سے آراستہ ہوگئے ہیں ۔ کچھ مخطوطات کی شکل میں ابھی تک یوں ہی پڑے ہیں اور کچھ اہل علم کے امالی ضائع ہوئے ہیں ۔ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے حضرتؒ کی ایسی کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں چودہ تصانیف ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں ۔ اور بالبقیہ سات آپ کے درسی تقاریر یا افادات ہیں جن کی آپ کے تلامذہ نے ترتیب دے دی ہے ۔ قاری رضوان اللہ صاحب نے مزید پانچ کتابوں کا اضافہ کیا ہے [2] ۔ جو یہ ہیں ۔ (۱) دعوتِ حفظِ ایمان ۔ (۲) خلاصۂ تقاریر حضرت علامہ کشمیری ۔ (۳) النور الفائض علیٰ نظم الفرائض ۔ (۴) الاتحاف لمذہب الاحناف (۵) معارف السنن ۔ اگر معارف السنن بھی حضرتؒ کی فہرست تصانیف میں شامل کی جائے تو مولانا احمد رضا صاحب بجنوری کی ترتیب دی ہوئی دو کتابیں "انوار الباری علیٰ صحیح البخاری" اور "نطقِ انور بطرزِ ملتِ اولیٰ شامل کرنے کے قابل ہیں ۔ راقم کے پاس حضرتؒ کی ایک نظم ہے جس کی مولانا محمد ادریس سکروڈوی نے شرح لکھی ہے یہ نظم "اکفار الملحدین فی شیٔ من ضروریات الدین" میں بھی

---

[1] نزھۃ الخواطر ۸ : ترجمۃ الشیخ انور شاہ الکشمیری
[2] مولانا انور شاہ کشمیری : حیات اور کارنامے ، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھی جا سکتی ہے۔ مولانا سکھرو ڈوی کی یہ شرح "صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب" کے نام سے ۱۹۲۵ء میں مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوئی ہے رسالہ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اب ہم حضرتؒ کی درسی تقاریر پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جو اس مقالے کا موضوع ہے پہلے اُنہی "امالی" کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو گم ہوئی ہیں یا چوروں نے چرائی ہیں اور کتابوں میں صرف ان کا ذکر ملتا ہے۔ ممکن ہے کسی وقت کسی صاحبِ علم کے ہاتھ یہ آجائیں اِس طرح یہ علمی سرمایہ محفوظ رہے۔

(۱) امالی صحیح مسلم از مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی الحسنی (برادر اکبر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی):۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم حضرت شیخ الہند اور علامہ انور شاہ کشمیری کے اخص تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:۔

کان من اساتذتہ الکبار العلامۃ الکبیر الشیخ انور شاہ الکشمیری وکان معجباً بجودۃ فہمہ وحسن تقییدہ للدروس لہ	ان کے بلند پایہ اساتذہ میں علامہ الکبیر شیخ انور شاہ کشمیری تھے۔ جنھیں ان کے سرعتِ فہم اور اسباق سلیقہ سے لکھنے پر تعجب اور فخر تھا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف بھی حضرت شاہ صاحب کے درسی تقاریر قلمبند کرتے تھے۔ ان کے ایک مکتوب سے جو انہوں نے معتمد انوریہ لائبریری دیوبند کو لکھا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے شاہ صاحب کے پاس ابوداؤد پوری اور صحیح مسلم کا بڑا حصہ پڑھا تھا۔ اور دونوں کتابوں کے اہم تقاریر نوٹ کیے تھے۔ اسی خط میں لکھتے ہیں:۔

لہ البعث الاسلامی، لکھنؤ، عدد ممتاز شوال ۱۳۹۵ھ ص ۱۵۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"حضرت کی تقریروں میں بعض ایسے مضامین ہوتے تھے جو حضرت سے پیشتر کسی نے بیان نہیں کئے" لے مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی نظروں سے یہ مجموعہ گزرا ہے (بلکہ مطالعہ بھی کیا ہوگا) وہ لکھتے ہیں "کہ ان تقریروں پر مولانا انور شاہ صاحب کی نظر پڑی تھی اور انہوں نے ان کو پسند کیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے تصحیح و اضافہ بھی فرمایا" ۲ے

مگر حضرت مولانا ندوی افسوس کے ساتھ آگے لکھتے ہیں کہ

"یہ مجموعہ میری غفلت سے تلف ہوگیا کسی صاحب نے مطالعہ کے لئے لیا پھر واپس نہ کیا۔ بھائی صاحب مرحوم کو اس کا بہت افسوس رہتا تھا" ۳ے

ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ بالا مکتوب میں لکھا ہے کہ اس مجموعہ کی دو اور رفقا نے نقل لے لی تھی ایک جناب خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی (شاگرد مولانا انورشاہ صاحب) اور دوسرے خلیل بن محمد الیمانی (مولانا ابوالحسن صاحب کے اُستاد) خدا کرے ان بزرگوں میں سے کسی کے پاس یہ مجموعہ موجود ہو۔

(۲) دوسرا مجموعہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ کا لکھا ہوا تھا۔ اس کا انکشاف جناب مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدظلہ نے کیا ہے۔ اپنے ایک مضمون میں مولانا اکبرآبادی صاحب لکھتے ہیں۔

"میں (مولانا اکبرآبادی صاحب) جس سال دورۂ حدیث میں تھا اس سال بھی یہ (حضرت مجاہد ملت) صحیح بخاری کی سماعت بڑی پابندی سے کر رہے تھے۔ اور میرے لئے حضرتِ شاہ صاحب کی تقریر یہ قلم بند کرتے تھے۔ میرے پاس بھائی حفظ الرحمٰن صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ دو موٹی موٹی کاپیاں محفوظ تھیں مگر

لے بحوالہ انوار الباری ج ۲ ص ۲۵۷۔

۲ے حیات عبدالحی، ندوۃ المصنفین دہلی ص ۳۵۳۔ ۳ے ایضاً (حاشیہ ص ۳۵۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں جب گھر لٹا تو وہ کا پیاں بھی نہ رہیں ۔ ؎۵

(۳) مجموعہ افادات مرتبہ مولانا قاری محمد طیب صاحب ۔ مولانا مدظلہ نے بھی خود اس ضخیم مجموعہ کا ذکر کیا ہے ۔ اس میں انہوں نے مختلف الانواع تحقیقات جمع کئے تھے مگر یہ مجموعہ بھی تلف ہوا ہے ۔ مولانا لکھتے ہیں :۔

" میں نے اِن مختلف الانواع تحقیقات کو دیکھکر ایک املائی کاپی تیار کی جس کے چوڑے اوراق میں چھ سات کالم بنائے اور ہر کالم کے اوپر والے سرے پر فنون کے عنوان ڈال دیئے یعنی مباحثِ حدیث و مباحثِ تفسیر، مباحثِ عربیت (صرف و نحو) مباحث فلسفہ و منطق و مباحثِ ادبیات (جن میں اشعار عرب اور فصاحت و بلاغت کی بحثیں آتی تھیں ۔ مباحثِ تاریخ وغیرہ ۔ پھر فنونِ عصریہ کے لئے ایک کالم رکھا ۔ کیونکہ موجودہ دور کے فنون جیسے سائنس، فلسفہ جدید اور ہئیت جدید وغیرہ کے مباحث بھی بذیلِ بحث حدیث میں آتے تھے ۔ میں کالم وار اِن مباحث کو املا کرتا جاتا تھا ۔ ان فنی مباحث کے کالموں کے سرنامہ پر عنوان تھا قال الاستاذ ۔ اس میں وہ فیصلے درج کر لیا کرتا تھا جو مسائل کی تدقیق و تنقیح کے بعد بطور آخری نتیجہ کے حضرت یہ کہہ کر ارشاد فرمایا کرتے کہ میں کہتا ہوں "، افسوس کہ یہ بیاض جو تقریباً چار سو پانچ سو صفحات پر مشتمل تھی ایک کرم فرما طالب علم نے مستعار مانگی اور میں نے اپنی طالبعلمانہ ناتجربہ کاری سے چند روز کے لئے ان کے حوالہ کردی ۔ انہوں نے وہی کیا جو کتاب کو عاریۃً مانگنے والے طلبہ کرتے ہیں یعنی چند دن کے بعد میرے مطالبہ پر فرمایا کہ میں تو دے چکا ہوں آپ کو یاد نہیں رہا " ؎۲

؎۱ الجمعیۃ (دہلی) مجاہد ملت نمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۲۵ ؎۲ حیات انور ص ۲۴۱ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طرح سے یہ ذخیرہ جس کو حضرتؒ کے بہت ہی قریبی شاگرد نے کافی محنت کے بعد تیار کیا تھا کھو گیا۔

(۴) امالی از مولانا عبد القدیر و مولانا عبد العزیز: یہ دونوں حضرات مولانا انور شاہ صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ دونوں بزرگوں نے مدرسۂ اسلامیہ ڈابھیل میں درس بھی دیا ہے۔ مولانا عبد القدیر نے ڈابھیل کے بعد مدرسۂ عربیہ فقیر والی ریاست بہاولپور میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے بھی کام کیا ہے ان دو فضلا نے بھی حضرت شاہ صاحب کے درسی تقاریر قلمبند کئے تھے جو معلوم نہیں آج موجود ہیں یا نہیں البتہ مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ نے فیض الباری علی صحیح البخاری" میں ان سے استفادہ کیا ہے اور کئی مقامات پر ان کا حوالہ بھی دیا ہے اور اقتباسات بھی پیش کئے ہیں جن کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مجموعے تحقیقات و لطائف و نوادرات کے گراں قدر خزانے ہونگے فیض الباری کے مقدمہ میں مولانا بدر عالمؒ نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

فحمد اللہ عز وجل ما رزقنی من تقریری الفاضلین اللذین قرأ علیہ الصحیح ثلاث مرات وضبطا عنہ ما ضبطا بعد تدرب لیل و نهار اعنی بهما الفاضل عبد القدیر و عبد العزیز الاستاذین بالجامعۃ الاسلامیۃ فلا اخمط برهما ما دمت حیا یعنی اللہ کا شکر ہے کہ مجھے دو ایسے فضلا نے تقاریر عطا کئے جنھوں نے حضرت شاہ صاحب کے پاس تین مرتبہ صحیح بخاری کا درس لیا اور دن رات عادی بن کر دروس و افادات قلمبند کئے۔ میری مراد فاضل عبد القدیر اور فاضل عبد العزیز (کاملپوری) سے ہے جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے اساتذہ بھی ہیں۔ میں تادم آخر ان کے احسان کا شکر گزار رہونگا۔

باقی

© rasailojaraid.com